شرح الاصول الثلاثة

ڈاکٹر مرتضی بن بخش حفظہ اللہ

درس نمبر۔14

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ،مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلَهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ :

14۔ درس نمبر:۱۴۔ تیسرا اصول نبی کریم ﷺ کی معرفت، نبی کریم ﷺ کا جاننا کیوں ضروری ہے اور کیسے جاننا چاہیے؟ طائف کا سفر، آپ ﷺ کا حلیہ مبارک، خواب دین کا حصہ نہیں ہو سکتا، آپ ﷺ کا نسب مبارک، نسب جاننے کا فائدہ، آپ ﷺ کی پیدائش اور وفات۔

"الاصول الثلاثہ و ادلتھا" شیخ محمد بن عبد الوہاب: کا رسالہ ہے تین بنیادی اصول اور ان کی دلیل اور پچھلے درس میں پہلا اصل اور دوسرا اصل بیان کر چکے ہیں اور آج کے درس میں تیسرے اصل کا آغاز کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں اس علم کی طلب کی توفیق عطا فرمائے اور آسانی عطا فرمائے کہ ہم اسے اچھی طرح سمجھ سکیں اور اس پر عمل بھی آسانی سے کر سکیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں "الأصل الثالث" تیسرا اصل یا تیسری بنیاد اصول ثلاثہ میں سے "معرفة نبيكم محمد صلى الله عليه وسلم" (اپنے پیارے نبی محمد ﷺ کو جانو)۔

تو تیسرا اصل ہے نبی کریم ﷺ کو جاننا۔ اس سے پہلے کہ ہم یہ پڑھیں جو شیخ صاحب نے ابھی بیان کیا ہے دو تین سوال ہیں اس موضوع سے جن کا تعلق ہے ان کا جواب دیتے ہیں پھر آگے چلتے ہیں۔

1۔ پہلا سوال یہ ہے، ہمیں کیوں جاننا چاہیے کہ نبی رحمت محمد ﷺ کون ہیں؟

یعنی اس اصل کو کیوں جانیں ہم؟ کیوں جاننا ضروری ہے؟ کیا دو اصل کافی نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ کو جاننا اور دین کو جاننا؟ یہ تیسرا اصل کیوں ضروری ہے؟

2۔ دوسرا سوال ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ہم کیسے جانیں؟ کہاں سے وہ علم حاصل کریں جس سے ہمیں یہ علم ہو گا کہ نبی کریم ﷺ کی شخصیت مبارکہ کیا ہے؟ کون تھے؟ کہاں سے جانیں؟

3۔ تیسرا سوال ہے کہ ان کی شخصیت کے متعلق ہمیں کن کن چیزوں پر زیادہ توجہ دینی چاہیے جاننے کے لیے؟

یہ تین اہم سوال ہیں ان کے جواب ابھی دیتے ہیں۔ پہلا سوال کہ یہ اصل جاننا کیوں ضروری ہے تیسرا اصل، اس کے جواب میں:

1۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو جاننا جو پہلا اصل ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کو جاننا جو دوسرا اصل ہے اس تیسرے اصل کے بغیر ہو نہیں سکتا۔ آپ جان ہی نہیں سکتے کہ اللہ تعالیٰ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ کا دین کیا ہے؟ جب تک ہم یہ نہیں جانیں گے کہ یہ شریعت کون لے کر آیا ہے، یہ دین کون لے کر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تعارف کس نے کروایا ہے۔ تو نبی رحمت ﷺ ہی واسطہ ہیں اور ذریعہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے چنا ہے اور اپنا تعارف کروایا ہے اور اس دین کی بنیادیں اور دین کا علم ہمیں حاصل ہوا ہے۔ تو سب سے پہلی وجہ یہ ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ واحد ذریعہ اور واحد واسطہ ہیں جن کے ذریعے ہم اللہ تعالیٰ کو بھی پہچان سکتے ہیں اور ہم دین اسلام کو سمجھ کر اس پر عمل بھی کر سکتے ہیں۔ یعنی ہم اللہ تعالیٰ کو کیسے راضی کریں؟ کیا اپنی عقل کی بنیاد پر جان سکتے ہیں ہم؟ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیوں کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کس کس چیز سے ناراض ہوتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کو کیا پسند ہے کیا ناپسند ہے؟ اور دین اسلام کی بنیادیں کیا ہیں؟ عبادت کریں تو کیسے کریں؟ کون سی زیادہ اہم ہے، کون سی اس کے بعد اہمیت رکھتی ہے اور کون سی ایسی چیز ہے جس کی اہمیت بہت کم ہے؟ کس کو آگے کریں اور کس کو پیچھے کریں؟ ترتیب اگر آجائے تو کس کو آگے کریں ہم؟ یہ بغیر یہ جانے کہ محمد ﷺ کون ہیں ہم نہیں بیان کر سکتے۔ تو تیسرے اصل کا گہرا تعلق ہے پہلے دو اصولوں سے۔ جو پہلی دو بنیادیں ہیں ان کے ساتھ تیسری بنیاد کا گہرا تعلق ہے تو پہلی وجہ تو یہ ہے۔

2۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ساتویں آسمان سے اپنے پیارے نبی ﷺ کا تزکیہ فرمایا ہے اور ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں قرآن مجید میں اپنے پیارے نبی ﷺ کے بارے میں کہ لوگوں کے دل جڑ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ سے۔ آپ قرآن مجید کا جائزہ لیں

واحد نبی ہیں نبی رحمت ﷺ جن کا اللہ تعالیٰ نے مختلف انداز سے تزکیہ کیا۔ لوگوں نے کہا کہ جھوٹ بولتا ہے محمد (ﷺ)۔ جواب اللہ تعالیٰ نے دیا:

﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم/1-4)

(قسم ہے تارے کی جب وہ گرتا ہے) اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھا کر تزکیہ کیا ہے اپنے نبی ﷺ کی زبان کا۔ لوگوں نے کہا کہ جھوٹ بولتا ہے گمراہ ہے۔ تو تزکیہ اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان سے اتارا ہے۔ قسم ہے تارے کی جب وہ گرتا ہے، تمہارا یہ جو دوست ہے یہ دشمن کا بھی دوست ہے۔ ﴿ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴾ کبھی گمراہ نہیں ہوا میرا نبی ﷺ۔ تم تو یہ کہتے ہے کہ یہ جھوٹ بولتا ہے یہ گمراہ ہے۔ ﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴾ جو کچھ بھی فرماتا ہے سچ فرماتا ہے، یہ ربّ ذوالجلال سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے اور وحی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان، اللہ تعالیٰ کی وحی اپنے پیارے نبی ﷺ کی زبان پر ہوتا ہے تو جھوٹ کہاں بول سکتا ہے۔ کیوں کہ مشرکین عرب ابو جہل اور ابو لہب جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے، مالک ہے، رازق ہے، وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے سب جانتے تھے لیکن واحد معبود نہیں مانتے تھے جیسا کہ پہلے اصل میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے جب یہاں پر قسم کھا کر فرمایا کہ میرا پیارا نبی ﷺ نہ گمراہ ہے اور نہ کبھی گمراہ ہوگا اور نہ ہی کبھی جھوٹ بول سکتا ہے۔ یہاں پر جھوٹ کا ذکر نہیں ہے۔ جھوٹ تو دور کی بات ہے جھوٹ سے جو کم درجے کی بات ہے ناں بے فائدہ بات ہے۔ جانتے ہیں بے فائدہ بات؟ لغو بات، وہ بھی میرا پیارا نبی ﷺ نہیں بیان کرتا، میرے پیارے نبی ﷺ کی زبان پر لغو کی بات ہی نہیں آتی تم جھوٹ کی بات کرتے ہو۔ گمراہی کی بات، تو نہ کبھی گمراہ تھا، نہ ہے اور نہ کبھی ہوگا اور جہاں پر زبان کی بات آئی جھوٹ بولنا تو دور بات ہے لغو بات بھی جو کم فائدہ بات ہے وہ بھی میرے نبی ﷺ کی زبان پر نہیں آسکتی۔ ﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴾ ہویٰ بات نہیں کرتے۔ تو کیا بات کرتے ہیں؟ ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا

وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴾ جس بات کا تعلق شریعت سے ہے وہ ساری وحی ہے میری طرف سے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ میرا کلام ہے میرے پیارے نبی ﷺ کا کلام نہیں ہے۔ ایسے تزکیہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ مجنون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا:

﴿ نۗ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾(القلم / 1-4)

جیسے کہتے ہیں ناں کمر توڑ جواب ہے، تو یہ کمر توڑ جواب ہے۔ ﴿ نۗ ﴾ عربی حروف میں سے ایک حرف ہے۔ اے عربی زبان سمجھنے والے! اے عرب! یہ وہی قرآن ہے جو تمہاری ہی زبان میں اترا ہے۔ یہ وہی الف، ب، ت، ث یہ وہی لفظ ہیں، ن بھی وہی حرف ہے ان حروف میں سے۔ تم تو اتنے عاجز ہو کہ اس جیسی ایک آیت بھی نہیں بیان کر سکتے، اتنے عاجز ہو اس لیے ﴿ نۗ ﴾ کا آغاز کیا۔ اور قسم ہے قلم کی اور قسم ہے جس چیز پر تم لکھتے ہو۔ قلم جب ہوتا ہے تو لکھنے کی چیز بھی تو چاہیے ناں اور کچھ لکھا بھی ہوتا ہے ناں تو قسم ہے قلم کی جو لکھتا ہے اور قسم ہے اس چیز کی جس پر تم لکھتے ہو اور قسم ہے جو تم نے لکھا ہے، یہ قسم ہے۔ کس چیز کے لیے قسم کھائی جا رہی ہے؟ ﴿ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ﴾ اے میرے پیارے نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تجھ پر اتنی زیادہ ہیں کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ تم مجنون ہو تو مجنون ہو ہی نہیں سکتا۔ لوگوں نے کہا یہ پاگل ہے، یہ جن کا آسیب ہے ﴿ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ﴾ صرف اتنا ہی نہیں ﴿ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾ یہ تو یہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ پاگل سے کیا بات ہوتی ہے پاگل تو ہمیشہ غلط بات ہی کہتا ہے ناں۔ پاگل کا اخلاق اچھا ہو سکتا ہے کبھی؟ جس کو جن کا آسیب ہو اس کا کبھی اخلاق اچھا ہو سکتا ہے؟ اس کو جن کے اثر نے یا اس کے پاگل پن نے اسے ہمیشہ جو بھی اس سے سرزرد ہوتا ہے تو آپ اس سے برائی کی توقع تو کر سکتے ہیں اچھائی کی توقع کبھی نہیں کر سکتے آپ تو اللہ تعالیٰ نے اسی لیے فرمایا ہے ﴿ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾ دروازہ بند کر دیا۔ ﴿ وَاِنَّكَ ﴾ اور بے شک اے میرے پیارے نبی ﷺ صرف خلق ہی نہیں، اچھے اخلاق نہیں ﴿ خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾ اگر دنیا میں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جن کا اخلاق اچھا ہے تو آپ کا اخلاق ان سب سے اچھا ہے ﴿عَظِيْمٍ﴾۔

2۔ مشرکوں نے کہا کہ محمد ﷺ جادوگر ہیں، کاہن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمان سے جواب دیا:

﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝ 38 وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴾(الحاقہ / 38-39)

دیکھیں قسمیں دیکھیں ہر جواب میں قسم ہے۔ اور قسم کیوں کھائی جاتی ہے؟ جب کوئی بات زیادہ اہم ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس لیے اللہ تعالیٰ قسم کھاتے ہیں۔ اللہ قسم نہ کھائیں تو کافی تھا کہ نہیں؟ کافی تھا، حق ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لیکن نہیں ﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ 38ۙ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ 39ۙ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ 40ڌ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ 41ۙ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ (الحاقۃ/38-42) (قسم ہے ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو اور قسم ہے ان چیزوں کی جن کو تم دیکھ بھی نہیں سکتے ہو)۔ اس دنیا میں جو ہم دیکھتے ہیں صرف وہی نہیں ہے بہت ساری ایسی چیزیں ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ یہ عام جو ہم لوگ مخلوق ہیں چھوٹی عقل والے، چھوٹی سمجھ والے، چھوٹی چھوٹی آنکھوں والے، چھوٹی چھوٹی نگاہوں والے ہم صرف وہی دیکھتے ہیں جو ہمیں نظر آتا ہے۔ آپ کبھی آنکھوں کے ڈاکٹر کے پاس گئے ہیں؟ کیا خیال ہے جاتے ہیں کہ نہیں؟ جاتے ہیں۔ سب سے پہلے کیا لگا ہوتا ہے پیچھے؟ چارٹ لگا ہوتا ہے نمبر لکھے ہوتے ہیں۔ سب سے بڑا E لکھا ہوتا ہے پھر چھوٹے چھوٹے نمبر لکھے ہوتے ہیں اور پھر جب وہ نظر چیک کرتا ہے تو کیا لکھتا ہے؟ 6× 6 یہ لکھتا ہے ناں؟ اس کا مطلب جانتے ہیں اس کا کیا مطلب ہے 6 × 6 کا؟ اس کا مطلب ہے کہ جو نارمل انسان جس کی آنکھیں درست ہیں، جو چھ میٹر سے وہ شخص دیکھتا ہے تو اس مریض کو بھی وہی چیز چھ میٹر سے وہی نظر آتی ہے برابر ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نارمل ہے۔ 6/12 آخری درجہ ہے 6/30، 6/60۔ آخری درجہ ہے 6/60 یعنی جو نارمل انسان ساٹھ میٹر دور سے دیکھتا ہے آسانی سے اس کو چھ میٹر سے نظر آرہا ہے، اتنی کم کمزور نظر ہے اس کی۔ اس کے بعد ہمارے میڈیکل کے لحاظ سے وہ اندھا ہے بے چارا۔ کبھی bacteria دیکھا زندگی میں آپ نے؟ نہیں دیکھا، microscope ایجاد ہوئی تب دیکھا۔ اس سے پہلے کوئی جانتا ہی نہیں تھا کہ bacteria ہے کہ نہیں۔ جب microscope ایجاد ہوئی تو virus کا پتہ نہیں تھا ہے کہ نہیں، جب electron microscope ایجاد ہوا پھر virus کو بھی دیکھا۔ nucleus نہیں جانتے تھے ہے کہ نہیں آہستہ آہستہ ترقی کے ساتھ ہم نے وہ دیکھا جو ہمیں کبھی نظر نہیں آیا تھا۔ قاصر نظر ہے، تو اللہ تعالیٰ قسم کھاتے ہیں کہ قسم ہے ان چیزوں کی جو تم دیکھتے ہو اور قسم ہے ان چیزوں کی جو تم دیکھتے بھی نہیں ہو۔ جن کو دیکھ سکتے ہم؟ فرشتوں کو دیکھ سکتے ہیں؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو صرف نظر آتا ہے صرف وہی موجود نہیں ہے جیسے کہ فلاسفہ کہتے ہیں۔ فسلفی، فلاسفہ کہتے ہیں کہ جو نظر آتا ہے اس

پر ایمان ہے اور جو نظر نہیں آتا اس پر ایمان نہیں ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ تو نظر آتا ہی نہیں ہے اس لیے ایمان نہیں ہے۔ کتنا آسان ان کا ایک طریقہ ہے بے وقوفوں کو بے وقوف بنانے کے لیے۔ تو اللہ تعالیٰ قسم کھاتا ہے کہ اس دنیا میں ایسی چیزیں بھی ہیں جو تم دیکھتے ہو اور ایسی چیزیں بھی ہیں جو تم دیکھ نہیں سکتے ہو تو ان دونوں کی قسم ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴾ بے شک یہ جو قول ہے جو فرمان ہے یہ جو نبی ﷺ فرماتے ہیں تمہیں صبح شام تبلیغ کرتے ہیں یہ رسول کریم کا قول ہے، پیغمبر بھی ہے اور کریم بھی ہے، عظیم ہے۔ ﴿وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ﴾ دھیان رکھنا کہ یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔ ﴿ قَلِيْلًا ﴾ کیا؟ ﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ 38ۙ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴾ ، ﴿ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴾، ﴿ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴾ بہت کم ہی ایمان لاتے ہو تم لوگ۔ ﴿وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ اور یہ کاہن کا بھی قول نہیں ہے جو کہانت کرتا ہے۔ کاہن کہتے ہیں جو علم غیب کا دعویٰ کرے اور خبریں دے۔ تو میرا پیارا نبی ﷺ تمہاری طرح جو تمہارے کاہن ہیں ناں جنوں کے سہارے سے الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں میرا پیارا نبی ایسا نہیں ہے۔ میرے پیارے نبی پر وحی نازل ہوتی ہے اور غیب کی خبریں میرا پیارا نبی سناتا ہے جو حق ہے اور جو کاہن کرتے ہیں وہ باطل ہے۔ ﴿ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ بہت کم ہی نصیحت پاتے ہو تم لوگ، بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو تم لوگ۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واحد نبی ہیں جن کی عمر کی قسم کھائی ہے اللہ تعالیٰ نے:

﴿ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴾(الحجر/72)

(اے میرے پیارے نبی تیری عمر کی قسم ہے کہ جو قوم لوط والے ہیں یہ اپنی مدہوشی میں مست ہیں ﴿ لَعَمْرُكَ ﴾)

تو اللہ تعالیٰ نے پیارے نبی ﷺ کی زبان کو پاک کیا، اخلاق کو پاک کیا، کردار کو پاک کیا، پورے جسم کو پاک کیا۔ میرا پیارا نبی سارے کا سارا پاک ہے معصوم ہے میرا پیارا نبی، جو یہ مشرکین کہتے رہتے ہیں یہ سب غلط باتیں ہیں، یہ تہمتیں ہیں اور میرا پیارا نبی ان سب تہمتوں سے پاک ہے۔ تو یہ دوسری وجہ تھی کہ ہم نبی کریم ﷺ کو جانیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اتنا خیال رکھا ہے، اتنے پیارے الفاظوں سے اپنے پیارے نبی کا دفاع کیا ہے اور سخت الفاظ سے کافروں کو اور مشرکوں کو آگاہ کیا ہے تو کیا ہمیں یہ نہیں جاننا چاہیے کہ یہ کیسی شخصیت ہے اور یہ کیسے پیارے نبی ہیں ﷺ۔

3۔ تیسرے نمبر پر، جس نے پیارے نبی ﷺ کی زندگی پر نظر ڈالی اور ان کے بارے میں جاننا شروع کیا اللہ کی قسم نبی رحمت ﷺ کی محبت اس کے دل میں بیٹھ گئی۔ جس نے بھی پیارے نبی ﷺ کی سیرت کا جائزہ لیا اور اس پر نظر ڈالی اور دل سے سمجھنے کی کوشش کی تو واللہ، اللہ تعالیٰ اس بندے کے دل میں اس پیارے نبی کی محبت کو ڈال دیتا ہے اور جب پیارے نبی ﷺ کی محبت دل میں جگہ کر جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پیارا اور محبوب بندہ ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل ہو جاتی ہے اس بندے کو اور نبی رحمت ﷺ کی اتباع اور یہ دین اسلام اس کے لیے بالکل ہی آسان ہو جاتا ہے اور وہ اپنی زندگی گزارتا ہے ﴿ عَلٰي نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ﴾ (الزمر/22) اللہ تعالیٰ کے نور سے اس زندگی کو گزارتا ہے۔ لوگ اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں یہ صراط مستقیم پر رواں دواں ہے۔ تو جس نے پیارے نبی ﷺ کی سیرت کو جاننا شروع کیا اس کے دل میں پیارے نبی ﷺ کی محبت بیٹھ گئی صرف مسلمان ہیں نہیں کافروں نے بھی جب نبی کریم ﷺ کی سیرت پر نظر ڈالی تو وہ بھی عاجز ہو گئے انہوں نے بھی اپنے دونوں گھٹنے زمین پر ٹیک ہی دیئے۔

Michael Jehad نے ایک تصنیف لکھی، اپنی تصنیف میں سو (100) great عظیم لوگوں کا جائزہ لیا۔ ایک مؤرخ شخص ہے Michael Jehad انگریز ہے، کرسچن ہے اور جو بڑی شخصیات دنیا میں گزری ہیں، انبیاء o بھی شامل ہیں، تاریخ والے بھی شامل ہیں، بڑے بڑے فاتح بھی شامل ہیں، بہت سارے لوگوں کا تجزیہ کیا سیرت پڑھی اور سو (100) لوگوں کو چنا اور ان سو لوگوں کو ترتیب دی، ایک، دو، تین، چار، سو تک۔ پہلے نمبر پر کون تھے؟ پہلے نمبر پر نبی رحمت ﷺ سید ولد ابن آدم محمد ﷺ۔ یہ کوئی ہمارا مسلمان نہیں تھا، کرسچن تھا اور کرسچنوں کے نزدیک عیسیٰ π ربّ کی جگہ رکھتے ہیں، ربّ ہیں ان کے لیے، ان کا نمبر تیسرا تھا لیکن نبی کریم ﷺ پہلے نمبر پر تھے۔ عاجز ہو گئے، بھئی ایسی سیرت کو دیکھنے کے بعد کوئی شخص بھی اپنے دل پر قابو نہیں رکھ سکتا۔

اسی طریقے سے Bernard Shaw نے کیا کہا؟ ایک فلاسفر ہے یہ بھی کافر ہے اس نے کہا کہ اگر آج کے دور میں ان فتنوں سے بچنا ہے تو صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور ایک ہی حل ہے، آج محمد ﷺ آ جائیں تو دنیا کے سارے مسئلے ختم۔ ان مسئلوں کو نہ یہ United Nation حل کر سکتی ہے، نہ دنیا کے حکمران حل کر سکتے ہیں، نہ آج کے دور کے

علماء جو آج موجود ہیں وہ حل کر سکتے ہیں، علماء ہر 21:05 میں ہر مذہب میں۔ اگر اس دنیا کے مسئلوں کا حل کرنا چاہتے ہوناں تو محمد ﷺ اگر آجاتے ہیں اس دنیا میں تو پھر دنیا کے سارے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

تو ان لوگوں سے میں یہ ایک گزارش کرتا ہوں محمد نبی رحمت ﷺ تو دوبارہ واپس نہیں آسکتے ہیں لیکن ان کا دین، ان کا راستہ آج بھی موجود ہے، ان کی سنت آج بھی زندہ ہے۔ اس کو اپناتے کیوں نہیں ہو؟ جانتے ہیں کہ اس شخص نے ایسا کیوں کہا؟ اس نے بھی تاریخ کا تھوڑا سا جائزہ لیا اور دیکھا کہ نبی رحمت ﷺ جس قوم میں بھیجے گئے ان میں جو مصیبتیں تھیں آج کل کے زمانے کی مصیبتیں کچھ بھی نہیں ہیں اس دور کے سامنے، وہ اتنا شدید ظلمت والا دور تھا۔ گمراہی ہی گمراہی، اندھیرا ہی اندھیرا، اگر اس ظلمت والے بدترین دور میں نبی رحمت ﷺ نے ایمان، توحید، علم اور سنت کے نور کا جگایا اور اس کا اثر صرف جزیرۂ عرب میں نہیں، اس صحرا میں نہیں بلکہ مشرق سے مغرب تک چلا گیا اور اس نور نے ان سب جگہوں کو، ان لوگوں کے دلوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ دیکھیں یاد رکھیں، یہ واحد دین ہے جس نے لوگوں کے دلوں میں اثر کیا ہے صرف زمین پر اثر نہیں کیا۔ لوگ تو زمین کے پیچھے بھاگتے ہیں ناں، زمین پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں ناں، کیوں کہ یہ مشہور ہے کہ صحابہ کرام [نے تلوار کی بنیاد پر اتنی فتوحات حاصل کی ہیں۔ تلوار کی جہاں پر ضرورت تھی وہاں پر تلوار بھی اٹھائی لیکن یاد رکھیں اس دین کا وجود زمین پر، ریت پر اس کا اثر نہیں ہوا بلکہ لوگوں کے دلوں میں اس کا اثر ہوا اور لوگوں نے اس دین کو اپنایا ہے۔ تو جس نے بھی نبی کریم ﷺ کی سیرت پر نظر ڈالی تو وہ نبی کریم ﷺ سے محبت کر ہی بیٹھا اگرچہ اسے اللہ تعالیٰ نے توفیق نہیں دی ایمان اور کلمہ توحید کی، وہ کفر پر ہی مرا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اتنی توفیق ضرور دی کہ اپنے اس سچ کو اپنی زبان پر ضرور لایا اور اپنے قلم سے اس نے اپنے سچ کا پوری دنیا میں اعلان کر دیا کہ بھئی حق بات یہ ہے کہ میں جتنا بھی براہوں میں ہوں لیکن نبی رحمت ﷺ جیسی کوئی شخصیت اس دنیا میں نہ کبھی آئی ہے اور نہ کبھی آسکتی ہے۔

4۔ چوتھے نمبر پر جس نے نبی کریم ﷺ کی سیرت کو جانا تو دنیا کی مصیبتیں اس کے لیے آسان ہو گئیں۔ اس دنیا کی جو بھی مصیبتیں ہیں اس کے لیے آسان ہو گئیں اور یہ ہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام [کے لیے کلمہ پڑھتے ہی دنیا کی مصیبتیں عذاب سے رحمت بن گئیں۔ کتنے تعجب کی بات ہے۔ سیدنا بلال τ کو تپتی ریت پر گھسیٹا گیا اسلام سے پہلے بھی اور کلمہ پڑھنے کے بعد بھی۔ کلمہ پڑھنے سے پہلے جب تپتی ریت پر انہیں گھسیٹتے اور بھاری بھاری پتھر سینے پر رکھتے،

آہوں کے سوا کچھ نہیں نکلتا تھا وہ آہیں بھی نہیں نکال سکتے تھے تو صرف عذاب ہی عذاب تھا ان کے لیے۔ لیکن جوں ہی کلمہ توحید زبان پر جاری ہوا اور اس کا اثر دل میں ہوا تو زبان سے کیا نکلتا تھا؟ آہیں نکلتی تھیں؟"أَحَدٌ أحد" اور اتنی لذت محسوس کرتے تھے کہ اس پتھر کا بار تو وہ بھول جاتے کہ میرے سینے پر کوئی بار بھی ہے اوپر پتھر ہے اس کا بار سینے میں اور نیچے تپتی ہوئی ریت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے پتہ بھی نہیں ہوتا تھا کہ مجھے کوئی تکلیف بھی ہو رہی ہے لیکن میرے منہ سے ایک لفظ ضرور نکلتا تھا "أَحَدٌ أحد" اور یہ وہ لفظ ہے أحد جو ہے، آپ عربی گرامر میں دیکھیں کہ اس سے کم لفظ آپ بول نہیں سکتے۔ جب سانس اکھڑی ہو، آپ نے کچھ کہنا ہو تو کہہ کر دیکھیں، أحد سب سے آسانی سے نکلتا ہے۔ تو دل سے یقین کرتے اور زبان سے " أَحَدٌ أحد" کہ اللہ ہی ہے واحد لا شریک لہ اس کے سوا ہمارا کوئی ربّ نہیں، کوئی معبود نہیں، کوئی مالک نہیں، اے کافرو! تمہیں اس نے آج یہ طاقت دی ہے اور آج تم ہمیں سزا دے رہے ہو وقت آنے والا ہے یہ وہی ربّ ذوالجلال ہے جب اپنے رحم و کرم سے ہم پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے گا اور اپنے غضب سے تمہارا خاتمہ کرے گا تو یہ ہی ہم لوگ ہوں گے، تمہاری گردنیں ہوں گی اور ہمارے پاؤں ہوں گے۔ اور واقعی یہ ہی ہوا۔ امیہ بن خلف جو عذاب دیتا تھا جنگ بدر میں اسے قتل کر دیا گیا، ابو جہل جنگ بدر میں قتل کر دیا گیا۔ ابو جہل کا بڑا عجیب قصہ ہے کہ جب قتل ہوا تو مشہور قصہ ہے، دو جوانوں نے قتل کیا تو بے ہوش پڑے تھے۔ دونوں نے کہا کہ ہم نے قتل کیا ہے تلوار دونوں نے اٹھائی ہوئی تھی لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دونوں نے قتل کیا ہے۔ ابھی تھوڑی سی سانس تھی سیدنا عبد اللہ بن مسعود τ نے دیکھا کہ ابھی تھوڑی سانس ہے تو ابو جہل کے سینے پر اپنا پاؤں رکھا۔ کہاں تھا ابو جہل، اپنا پاؤں ایسے رکھا سینے پر اور ابو جہل بہت لمبا چوڑا شخص تھا عبد اللہ بن مسعود τ بالکل سوکھے دبلے پتلے تھے تو ابو جہل نے اس وقت بھی آخری حالت ہے پورے جسم سے خون چل رہا ہے لیکن تکبر دیکھیں کہ اے عبد اللہ بن مسعود! بہت اونچی جگہ پر قدم رکھا ہے تم نے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود τ نے اس کے سر کو پکڑا اور اپنی تلوار سے اس کے سر کو الگ کر دیا اور امیہ بن خلف تھا، سیدنا بلال τ نے دیکھا کہ چھپ رہا ہے اس کی طرف گئے اور اس کو قتل کیا۔

سیدنا خبیب τ سولی پر چڑھے ہوئے تھے اور جب سولی پر چڑھایا اور کوڑے مار مار کر تھک گئے، جب عاجز ہوئے تو چھری اٹھائی ہاتھ میں اور جسم پر کٹ لگانا شروع کیے یعنی جیسے ٹکڑے ٹکڑے انسان کے کرتے ہیں ویسے کٹ لگاتے

ہیں۔ آپ جانیں کہ جلد میں احساس ہو تو اذیت دے رہے ہیں، جلد کو کاٹ رہے ہیں، یہاں سے کاٹا یہاں سے کاٹا، جب درد ہوا اور آنکھوں سے آنسو نکلے تو مشرکوں نے کہا کہ ہماری صرف ایک طلب ہے ابھی تم صرف اتنا کہہ دو کہ کاش میری جگہ محمد (ﷺ) ہوتا اور ہم تم سے کچھ نہیں چاہتے تمہیں چھوڑ دیتے ہیں، تمہیں معاف کر دیتے ہیں، تمہاری جان کو بخش دیتے ہیں۔ سیدنا خبیب τ نے ایسے الفاظ کہے ہیں کہ اللہ کی قسم اگر سونے کے پانی سے لکھے جائیں تو پھر بھی کم پڑتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ:

(تم یہ کہتے ہو کہ میں یہ کہوں کاش محمد ﷺ میری جگہ پر ہوتے، تکلیف ہوتی میں تو یہ کہتا ہوں کہ اللہ کی قسم کہ جہاں پر بھی محمد ﷺ ہوں صحیح سلامت اپنے بچوں میں خوش ہوں اور ان کو ایک کانٹا بھی نہ چبھے)

چاہے ہمارے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہیں تو ہو جائیں ہم نے کلمہ پڑھا ہے اپنی جان دینے کے لیے اپنی جان بچانے کے لیے نہیں۔ کتنی جانیں ہیں؟ کتنا زندہ رہیں گے؟ ابھی اگر میری جان بخش دیتے ہو، کتنا زندہ رہیں گے؟ ایک سال، دو سال، دس سال، بیس سال لیکن اگر پیارے نبی ﷺ کے لیے یہ جان قربان ہو اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کوئی پرواہ نہیں۔ اس پورے قصے میں ایک شخص دیکھ رہا تھا اور اس کی آنکھیں بھر گئیں، مشرک، کافر تھا۔ اور وہ شخص کہتا ہے کہ یہ پہلا واقعہ تھا جو میں نے دیکھا ہے جس کی وجہ سے میں نے اسلام کو پسند کیا اور قبول کیا اور یہ وہ شخص تھے جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں سیدنا سعید بن زید τ۔ تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا خبیب τ کو سولی پر لٹکتے ہوئے دیکھا اور ان کی جگہ بلند فرمائی جنت میں اور اس واقعہ کو دیکھنے سے ایک اور صحابی مسلمان ہوئے، اتنے عظیم صحابی گزرے کہ وہ ان دس میں سے تھے جن کی نبی کریم ﷺ نے گواہی دی کہ یہ جنتی ہیں، سیدنا سعید بن
زید [۔ تو مشقتیں آسان ہو جاتی ہیں۔ صحابہ کرام [نے یہ کہاں سے سیکھا کہ مشقتیں سہنی ہیں؟ نبی کریم ﷺ کی سیرت سے۔

جب نبی کریم ﷺ خود اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ہیں، وحی آسمان سے نازل ہوتی ہے، فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں، جب بھی فرماتے ہیں سچ فرماتے ہیں کبھی جھوٹ نہیں بولا، صادق ہیں امین ہیں، حسن اخلاق کے مالک ہیں، ان ساری خوبیوں کے باوجود بھی مشقتوں میں اپنی زندگی گزارتے ہیں، تکلیفوں میں اپنی زندگی گزارتے ہیں، طائف کا سفر مشہور ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ طائف کے سفر میں نبی کریم ﷺ مکہ سے نکلے صرف ایک ساتھی کے ساتھ سیدنا

زید بن حارثہ τ۔ کوئی سواری نہیں پیدل ایک سو بیس کلو میٹر کا فاصلہ، پانچ ہزار فٹ کی بلندی۔ سوچ سکتے ہیں آپ؟ سواری کیوں نہیں؟ تاکہ مشرکین یہ نہ سمجھیں کہ کہیں دور جارہے ہیں اور پیچھا نہ کریں۔ کیوں کہ آپ جانتے ہیں کہ عرب کے نزدیک اگر کوئی شخص سوار ہو جائے اونٹ پر تو مطلب ہے کہ لمبے سفر پر جارہا ہے اور گھوڑے پر یعنی قریب کے سفر پر جارہا ہے اور پیدل ہیں تو ادھر ہی کہیں چل پھر رہا ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیق τ اور سیدنا عمر τ کو ساتھ کیوں نہیں لیا؟ یہ دونوں سرداروں میں تھے اگر دو چار بڑے بڑے سردار اکٹھے نکلتے تو انہیں شک ہو جاتا کہ کسی قوم کی طرف کی طرف جارہے ہیں ان سے مدد مانگنے کے لیے تب پیچھا کرتے۔ سیدنا زید بن حارثہ τ کو کیوں لیا؟ کسی کو شک ہی نہ پڑ تھا کہ کہاں جارہے ہیں، بھئی ان کا غلام ہے جارہے ہیں تو جارہے ہیں، ادھر ہی کہیں جارہے ہوں گے اور کہاں جائیں گے۔ تو پیدل گئے صرف ایک صحابی کے ساتھ وجہ یہ تھی اور پھر ایک سو بیس کلو میٹر پیدل اور سیدھا راستہ نہیں۔ طائف کے پہاڑ آج بھی آپ نے دیکھے ہیں کتنے خشک اور سخت پہاڑ ہیں۔ گاڑی پر بیٹھے بیٹھے کمر ہماری جواب دے دیتی ہے تو نبی رحمت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر پیدل چلتے ہیں۔ جب وہاں پر جاتے ہیں ان کے سرداروں سے ملتے ہیں، اس لیے جاتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ یہ ثقیف والے، طائف والے پناہ دے دیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت اور توحید کا آغاز وہاں سے ہو۔ تو نبی رحمت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کچھ سوچ کر گئے تھے کہ قریش نے تو سننا نہیں ہے، یہ تو پریشانیوں پر پریشانیاں زیادہ کر رہے ہیں، بت پرستی چھوڑنے والے نہیں بلکہ دشمنی پر اتر آئے ہیں اب کوئی اور راستہ بچا نہیں ہے تو اس لیے ہو سکتا ہے طائف کیوں کہ زیادہ قریب ہے تو طائف کی طرف جائیں اور وہاں سے لوگ ہمارا ساتھ دیں اور وہیں سے اپنی دعوت کا آغاز کریں، اپنی قوم نے تو مانا ہی نہیں۔ تو پہلے اپنی قوم کا حق تھا ان جب انہوں نے مانا نہیں تو آگے چلتے ہیں۔ وہاں پر طائف والوں نے بہت ہی شدت اختیار کی اور بہت ہی بڑی گستاخی کی، غلط الفاظوں سے نبی رحمت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو جواب دیا۔ ایک نے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو میں اتنا بلند ہوں کہ تیری بات سنتا نہیں ہوں اگر تو جھوٹا ہے تو تمہاری بات سننی نہیں ہے۔ کتنی بڑی بات ہے کہ ایک نبی اتنی محنت کر کے جائے اور آگے یہ جواب ملے۔ بہر حال، آخر تک بات ہوتی رہی تو آخر میں نبی رحمت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ میری ایک گزارش ہے اور گزارش یہ ہے کہ میری قوم کو نہ بتانا کہ میں یہاں پر آپ کی طرف آیا تھا اور اس لیے آیا تھا۔ انہوں نے کہا اچھا فلان شخص کو بلاؤ۔ اپنے اس شخص کو بلایا اور کہا کہ جاؤ مکہ میں قریش کی طرف اور انہیں یہ کہو کہ محمد (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) آئے ہیں اور

اس لیے آئے ہیں کہ ہم ان کا ساتھ دیں تمہارے خلاف اور یہ بھی منع کر رہے ہیں کہ آپ کو نہ بتائیں۔ کتنا مشکل یعنی اب دیکھیں کہ جیسے نفسیاتی ایک سزا ہوتی ہے ناں جسے ٹارچر کہتے ہیں وہی کچھ کہ آپ تو ہمیں منع کر رہے ہیں آپ کی آنکھوں کے سامنے دیکھیں اور دکھایا کہ تم کیا کر سکتے ہو یعنی یہ ان کا مقصد تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں جب نبی رحمت ﷺ وہاں سے نکلے تو ظالموں نے راستے پر دونوں طرف لڑکوں کو اور اپنے خادموں کو اور غلاموں کو کھڑا کر دیا اور پتھروں سے نبی رحمت ﷺ کو مارتے رہے۔ سیدنا زید بن حارثہ τ نے جو پیچھے تھے ایسے گھیرے میں لے لیا نبی کریم ﷺ کو کہ مجھے پتھر لگیں پیارے نبی ﷺ کو ایک پتھر بھی نہ لگے۔ اتنے پتھر لگے کہ نبی رحمت ﷺ کے پاؤں مبارک سے خون جاری ہو گیا، چلتے گئے چلتے گئے اور ظالم پتھر مارتے گئے، مارتے گئے۔ تو آگے ایک چھوٹا سا باغ نظر آیا اس باغ میں جا کر گھسے پتھر مارنے والے پتھر مار مار کر تھک گئے وہاں پر جاتے ہی سیدنا زید بن حارثہ τ بیٹھے اور ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور رو رہے تھے اور اپنے زخموں کو دیکھ رہے تھے۔ نبی رحمت ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اپنے زخموں کی پراہ نہیں، خون جاری ہے کوئی حرج نہیں اور اس مؤقف کو دو قریش کے دشمن دیکھ رہے تھے، ان کا باغ طائف میں تھا۔ عتبہ اور شیبہ اس کا بھائی اور یہ بڑے دشمن تھے لیکن اس وقت بھی دشمنوں کو رحم آگیا ترس آگیا جب یہ حالت دیکھی نبی رحمت ﷺ کی تو رشتے داری تھوڑی سی جاگی۔ ان کا ایک غلام تھا لڑکا تھا جوان تھا، اس کو بھیجا کہ جاؤ محمد ﷺ کو اس باغ میں سے کچھ دو کھانے کے لیے۔ انگور کا خوشہ لے کر وہ خادم آیا نبی رحمت ﷺ دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے ہیں۔ وقت نہیں ہے کہ میں پوری دعا بیان کروں لیکن آپ رحیق المختوم میں اس دعا کا ترجمہ پڑھیں بہت اچھی دعا ہے اس کا مختصر یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ اگر تیری رضا ہے پھر کوئی پرواہ نہیں ہے اگر تو راضی ہے تو میں بھی راضی ہوں اے میرے ربّ۔ جتنی بھی تکلیفیں ہیں جتنی بھی مصیبتیں ہیں وہ تیری رضا کے سامنے کچھ بھی نہیں ہیں کہیں مجھ سے کوئی کوتاہی تو نہیں ہوئی۔ ظالم دشمن مجھ پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے مجھے تکلیف دینا چاہتا ہے اے میرے پیارے ربّ اگر تیرا ساتھ ہے تو مجھے کسی کی پرواہ نہیں)۔ آخر تک بہت اچھی دعا ہے بہت لمبی دعا ہے آپ دیکھ لینا۔ تو وہ خادم آتا ہے ایک خوشہ انگور کا لے کر آتا ہے تو نبی رحمت ﷺ سے گفتگو ہوتی ہے تھوڑی سی دیر میں وہ جوان گر جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ کے پاؤں مبارک کو بوسہ دیتا ہے اور کلمہ پڑھ لیتا ہے، یہ جوان مسلمان ہو گیا۔

آپ جانتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے یہ ساری محنت و مشقت کیوں کی؟ یہ ہمارے لیے کی ہے اگر نبی رحمت ﷺ دین کی دعوت میں مشقتیں اور مصیبتیں نہ برداشت کرتے تو پتہ نہیں آج شاید ہم بھی کسی بت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بیٹھے ہوتے۔ اوراس کی دلیل، جب وہاں سے غم زدہ ہو کر اٹھے اور جا رہے تھے تو راستے میں جبریل π آئے اور پہاڑوں کا فرشتہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو تھوڑا سا، یہ جو اتنی پریشانی ہی پریشانی تھی یہ دور کرنے کے لیے آسمان سے اپنے فرشتے نازل کیے اور فرشتوں نے اجازت مانگی کہ اے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ! اگر آپ ﷺ کی اجازت ہو تو میں ان دونوں پہاڑوں کو آپس میں ایسے ملا دوں کہ ان دونوں کے بیچ میں کوئی چیز زندہ رہ ہی نہ سکے، نہ یہ انسان رہیں اور نہ کوئی جانور رہ سکے یہ سارے کے سارے ختم۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا نہیں، اس کی اجازت نہیں ہے باقی میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پیٹھ میں سے ایسی اولاد پیدا کرے جو میری دعوت کو قبول کریں گے اور واقعی ان کی پیٹھ میں سے ایسی اولاد آئی جنہوں نے اس دعوت کو صرف قبول ہی نہیں کیا بلکہ اس دعوت کو پھیلایا پوری دنیا میں۔ انڈیا میں بت پرستی ہوتی تھی وہاں تک اس توحید کی دعوت کو لے کر آئے اور آج ہم بھی مسلمان ہیں۔

اس میں ایک فائدہ ہے کہ نبی رحمت ﷺ چاہتے تھے کہ میری جگہ جہاں سے میں دعوت کا آغاز کروں وہ طائف ہو، اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ مدینہ ہو طائف نہ ہو۔ نبی رحمت ﷺ چاہتے تھے کہ طائف کے سرادر میری بات کو سن لیں اور مسلمان ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا پورے طائف میں صرف ایک ہی شخص مسلمان ہوا اور وہ ایک غلام جو آزاد بھی نہیں تھا۔﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾(التکویر/29) تو نبی رحمت ﷺ کو علم غیب آتا ہے؟ علم غیب مطلق نہیں آتا۔ اگر علم غیب مطلق آتا تو جاتے طائف کی طرف؟ کبھی نہ جاتے۔ تو ان قصوں سے صحابہ کرام [نے جب یہ دیکھا اپنی آنکھوں سے اور محسوس کیا کہ نبی رحمت ﷺ کس طریقے سے زندگی گزارتے ہیں تو انہوں نے بھی ساری مشقتوں کو برداشت کیا اور ثابت قدم رہے۔

تو یہ چار سب سے اہم وجوہات تھیں۔ کافر شروع سے اپنے غلاموں کو اذیت دیتے تھے، جو کافر تھے وہ اپنے غلاموں کو انسان نہیں سمجھتے تھے اذیت تو پہلے

بھی دیتے تھے اور ان کی اذیت شدت اختیار کر گئی اسلام کے بعد اور زیادہ ہو گئی یعنی عربوں میں جیسے میں نے پہلے بتایا تھا اندھیرا ہی اندھیرا تھا، گمراہی ہی

گمراہی ہی گمراہی تھی، اندھے تھے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ تو وہ جب بت کی عبادت کرتے اور ایک اونٹ کی وجہ سے قتل وغارت شروع ہو جاتی قوموں کے

اندر اور پوری کی پوری قومیں ختم ہو جاتیں۔ اپنے غلاموں کو انسان نہیں سمجھتے تھے وہ تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر انہیں مارتے تھے، عذاب طرح طرح کے

دیتے تھے اور یہ جو گھسیٹنا تھا صحرا میں اس میں کوئی شک نہیں کہ شدت اختیار کر گئی اسلام کے بعد کہ تم کیسے مسلمان ہو گئے ہو ہماری اجازت کے بغیر، تم تو ہمارے غلام ہو تم نے ہماری غلامی کرنی ہے تم نے کیسے کلمہ پڑھ لیا جب ہم نے کلمہ نہیں پڑھا۔ تو ضد میں آگئے، تکبر میں آگئے اور اور سزائیں دیں۔ اسی طریقے سے آل یاسر کا مشہور قصہ ہے، وقت نہیں ہے کہ میں بیان کروں۔ وہ بھی قصہ مشہور ہے کہ کس طریقے سے انہوں نے پورے کے پورے گھرانے کو تکلیف دی۔ تو کہنے کا مقصد مشہور ہے کہ جو مشرکین تھے وہ غلاموں کو انسان نہیں سمجھتے تھے جانوروں سے بھی کم تر سمجھتے تھے یعنی گدھے کو زیب وزینت سے خوبصورت کرتے اور غلاموں کو صرف ایک چڈی دیتے پہننے کے لیے۔ کیوں؟ کیوں کہ گدھے پر انہیں خود سوار ہونا تھا ان کیوں کہ خوبصورت تھا اور جو انسان ہے اسے وہ انسان سمجھتے تھے نہیں تھے۔

بہر حال، دوسرا سوال کہ نبی کریم ﷺ کو کیسے سمجھیں؟ یعنی کہاں سے یہ علم حاصل کریں؟ سیرت کا علم کہاں سے حاصل کریں؟ اس کے جواب میں:

1۔ قرآن مجید، قرآن مجید بہترین کتاب ہے جس میں سیرت النبی ﷺ کا ذکر ہوا۔

2۔ احادیث مبارکہ، صحیح بخاری میں، صحیح مسلم میں ابواب ہیں، باب باندھے گئے ہیں مختلف اور اس میں نبی کریم ﷺ کی سیرت کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

3۔ بعض علماء نے خاص کتابیں لکھیں سیرت النبی ﷺ پر اور اس کی جو مشہور کتاب ہے اس میں سے الشمائل المحمدیہ ﷺ امام ترمذی کی۔ امام ترمذی نے ایک خاص کتاب لکھی ہے نبی کریم ﷺ کے شمائل پر اور اس کے

علاوہ بہت سارے مؤلفات ہیں سیرت ابن ہشام ہے۔ اور جس نے سب سے پہلے سیرت کی کتاب لکھی جانتے ہیں کون ہے؟ محمد بن اسحاق بن یسار: انہوں نے سب سے پہلے سیرت ﷺ پر کتاب لکھی اور یہ محمد بن اسحاق جو ہیں یہ امام مالک کے قرین ہیں امام مالک کے زمانے کے ہیں۔ دیکھیں اس زمانے میں سیرت کی کتاب لکھی گئی اور ان کے بعد میں ابن ہشام نے ابن اسحاق کی جو سیرت لکھی گئی اس کی تعدیل کی، اپنی سند سے بیان کیا پھر ابن ہشام کے بعد یہ آہستہ آہستہ اس طریقے سے پھیلتی گئیں اور جو مختصر میں سے اچھی کتابیں ہیں وہ الرحیق المختوم آپ جانتے ہیں شیخ صفی الرحمن المبارکفوري کی تصنیف ہے وہ بھی اچھی کتاب ہے کوئی دیکھنا چاہے تو اس میں بہت کچھ آپ کو ملے گا ان شاء اللہ۔

تیسرا سوال، نبی کریم ﷺ کے بارے میں ہم کیا کیا جانیں؟ کیا ضرورت ہے جاننے کی؟ کون کون سی چیزیں ہیں جو ہم ان کی زندگی کی ان کی سیرت کی جانیں؟

1۔ نبی کریم ﷺ کا نسب مبارک کیا تھا؟

2۔ نبی کریم ﷺ کی عمر کتنی تھی؟

3۔ نبی کریم ﷺ کی نبوت کی زندگی کیسی تھی؟

4۔ نبی کریم ﷺ کیسے اور کب نبی بنے اور کیسے اور کب رسول بنے؟

5۔ نبی کریم ﷺ کو کس چیز سے بھیجا گیا اور کیوں بھیجا گیا؟

6۔ نبی کریم ﷺ کی صفت، حلیہ مبارک کیسا تھا؟

تو یہ چھ چیزیں ہیں جن پر ان شاء اللہ بات کرتے ہیں اور شیخ صاحب نے ان میں سے پانچ پر بات کی ہے جو صفت ہے ان پر بات نہیں کی، اس رسالے میں

صفت پر بات نہیں کی اور صفت کی بات میں نے آخر میں اس لیے بیان کی ہے چھٹے نمبر پر کیوں کہ شیخ صاحب نے بیان نہیں کی۔ شیخ صاحب نے نسب بھی بیان کیا ہے اور یہ جو پانچ باتیں میں نے بیان کی ہیں ان کو بیان کیا ہے تفصیل بیان کرتے ہیں لیکن صفت کو میں نے اس لیے شمار کیا اور اس کا میں ابھی تذکرہ کر لیتا ہوں اس سے پہلے ہو سکتا ہے کہ بعد میں بھول جائیں ہم لوگ کہ نبی کریم ﷺ کی صفت کو جاننا ضروری ہے اور وہ اس لیے:

1۔ کہ جب آپ کسی شخصیت کی صفت کو جان لیتے ہیں تو آپ کے دل میں اس کی محبت بڑھ جاتی ہے۔

2۔ جب ہم صفت اور حلیہ مبارک دیکھ لیں گے اور جان لیں گے تو پھر کوئی بھی غلط عقیدے والا شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا اور فلان فلان درود مجھے دیا اور یہ عقیدے کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے۔ صوفی حضرات جو ہیں، کوئی بھی شخص آکر کہے کہ میں نے رات کو نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا اور مجھے یہ خوشخبری دی، نبی کریم ﷺ نے یہ ذکر مجھے عطا فرمایا۔ تو اس سے ایک دروازہ کھل گیا کہ ہر ایرا غیرا آج کہتا ہے کہ یہ ذکر اچھا ہے، یہ ذکر اچھا ہے اور لوگ، عوام الناس بے چارے پریشان ہیں جاہل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ بڑی بڑی پگڑی والے، بڑی بڑی داڑھی والے لوگ بہت اچھے ہیں، یہ دین کی باتیں کرتے ہیں، ان ہی سے ہم نے دین کو سیکھنا ہے اور مختلف لوگوں نے مختلف تصانیف لکھیں کہ فلانہ درود ہے، یہ فلانہ درود ہے، یہ فلانہ درود ہے۔ اور تیجانی جو سوڈان والا مشہور ہے اس نے درود الفاتح، صلاۃ الفاتح کا ذکر کیا اور اس شخص نے کہا کہ میری طرف نبی کریم ﷺ آئے "يقظة لا مناما" ہم تو منام کی بات کر رہے ہیں ناں وہ کہہ رہے ہیں يقظة کیوں کہ دروازہ کھل گیا ناں جو خواب میں دیکھ سکتا ہے تو وہ آنکھوں سے بھی دیکھ سکتا ہے۔ تو میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا اپنی آنکھوں سے يقظة یعنی جاگتے ہوئے سوتے ہوئے نہیں اور مجھے نبی کریم ﷺ نے یہ درود عطا فرمایا اور یہ فرما کر گئے کہ یہ درود پڑھو اس درود کا جو فضل ہے اور اس کا جو اجر ہے وہ قرآن مجید سے چھ ہزار مرتبہ زیادہ ہے۔ یعنی چھ ہزار مرتبہ قرآن مجید پڑھیں اور ایک مرتبہ یہ درود پڑھ لو تو برابر ہے بلکہ افضل ہے بشرطیکہ اجازت سے لیں اگر اجازت سے نہیں لیتے تو ایک مرتبہ قرآن مجید پڑھنے کے برابر ہے یعنی قرآن مجید کو ایک مرتبہ پڑھیں اور ایک مرتبہ اس درود کو پڑھیں تو برابر ہے اگر شیخ کی اجازت سے لیتے ہیں کہ تمہیں اجازت ہے تو چھ ہزار مرتبہ بہتر ہے قرآن مجید سے۔ اور لوگ اس درود کو پڑھتے ہیں۔ "اللّٰهم صل على سيدنا محمد الفاتح لما أغلق والخاتم لما سبق ناصر بالحق والهادي إلى صراطك المستقيم " ایسے ہی کچھ الفاظ ہیں، واللہ جو سنے وہ کہے گا کہ یہ کہاں کے الفاظ ہیں اور یہ کیسے نبی کریم ﷺ کے الفاظ ہو سکتے ہیں؟

"اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ "

کتنے پیارے الفاظ ہیں، نور ہے علم کا نور ہے توحید کا، نور ہے سنت کا۔ اور ایسے الفاظ "اللّٰھم صل علی سیدنا محمد الفاتح لما أغلق" ایسے عجیب سے الفاظ یہ کہاں سے آئے؟ اس لیے صحیح بخاری میں ایک باب باندھا ہے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھنا۔ اور ابن حجر عسقلانی: نے فتح الباری میں اس کی جب شرح کی تو بڑی پیاری باتیں بیان کیں اور قاعدے بیان کیے۔ صحیح بخاری میں جب یہ باب بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھنا اور اس باب میں بیان کیا ابن سیرین: کا قول کہ ابن سیرین: جو مشہور تابعی ہیں جن کی وفات سن 110 ہجری میں ہوئی، وہ یہ فرماتے ہیں کہ:

(نبی کریم ﷺ کو جو دیکھتا ہے تو ہم اس سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیسے دیکھا، وصف کیا ہے؟ اس کے بغیر ہم کسی کی بات کو مانتے نہیں ہیں)

اور سیدنا عبد اللہ بن عباس ω سے ایک شخص نے سوال کیا اور یہ بیان کیا کہ اے سیدنا عبد اللہ بن عباس ω! میں نے رات کو خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنا پورا خواب سناتے تو سیدنا عبد اللہ بن عباس ω نے اسے روک کر یہ سوال کیا کہ آپ نے دیکھا "صفہ لی" وصف کیا تھا؟ حلیہ مبارک کیا تھا؟ اگر سچ کہتے تو فرماتے کہ آگے خواب سناؤ اس کی تعبیر بیان کرتے اگر غلط بیان کرتے حلیہ مبارک نبی کریم ﷺ کا تو فرماتے تم نے غلط دیکھا تم نے نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا۔ تو نبی کریم ﷺ کو ہم خواب میں دیکھ سکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا شیطان میری شکل نہیں اختیار کر سکتا)۔ صحیح بخاری میں پانچ چھ الفاظ ہیں، سنن ترمذی میں بھی پانچ چھ الفاظ ہیں اور جتنے بھی الفاظ ہیں اور جتنے بھی الفاظ ہیں "لَا يَتَمَثَّلُ بِي ، لَا يَتَخَيَّلُ بِي" اور اس طریقے کے دوسرے الفاظ ہیں چھ قسم کے مختلف الفاظ ہیں ان سب کا مجموعہ ایک ہی ہے کہ میری شکل نہیں اختیار کر سکتا۔ ایک بھی روایت میں نہیں ہے کہ شیطان میرا نام نہیں لے سکتا۔ شیطان نام تو لے سکتا ہے لیکن شکل نہیں اختیار کر سکتا۔ تو جب بھی کوئی صوفی خواب دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا۔ تو بھئی آپ کو کیا پتہ کہ وہ نبی کریم ﷺ تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ اس نے خود کہا، کوئی کہتا ہے کہ مجھے اطمینان ہوا۔ اگر حلیہ مبارک وہی ہے صفات وہی ہیں جو نبی کریم ﷺ کی صفات ہیں سچ دیکھا اگر نہیں تو آپ نے نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ خواب میں اگر آتے ہیں تو کبھی بھی کوئی بھی شریعت کا کوئی حصہ بیان نہیں کرتے، یاد رکھیں۔ کیوں؟ کیوں کہ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ (المائدۃ/3) دین تو کامل ہے شریعت تو کامل ہو چکی ہے۔ تو نبی کریم ﷺ یہ قرآن لے کر آئے اور یہ حدیث بھی لے کر آئے اور دین کامل ہو چکا اب خواب دین کا حصہ نہیں بن سکتا۔ دین کا ماخذ قرآن ہے، حدیث ہے اور اجماع ہے، یہ دین کے ماخذ ہیں یہ خواب کہاں سے آ گیا؟ جب خوابوں کا دروازہ کھلا تو آپ نے دیکھا جو بگاڑ اُمت میں آج ہے۔ تو نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک جاننا ضروری ہے، صحیح احادیث میں واضح حلیہ مبارک آیا ہے کہ:

نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک گول تھا، سفید تھا، چمکدار تھا جیسا کہ چاند ہوتا ہے، صحابہ کرام [کے یہ الفاظ ہیں چاند کی طرح، لمبے بال تھے، دونوں کندھے چوڑے تھے، دونوں ہتھیلیاں چوڑی تھیں، دونوں پاؤں مبارک چوڑے تھے، نہ لمبا قد تھا نہ چھوٹا قد تھا درمیانہ قد تھا، جب چلتے یوں لگتا جیسے کہ انسان جلدی سے کسی گہرائی میں چل رہا ہے، جب ہنستے تو صرف مسکراتے ان کے دانت مبارک ﷺ کے نظر آتے، جب بات کرتے تو تین مرتبہ دہراتے سننے والا ایک مرتبہ ہی سمجھ لیتا دوبارہ ان کو سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ داڑھی مبارک گھنی تھی اگر کوئی شخص پیچھے سے کھڑا ہوتا تو پیچھے سے دیکھ لیتا نبی کریم ﷺ کی داڑھی مبارک۔ داڑھی میں سترہ (17) سے زیادہ سفید بال نہیں تھے ۔(اس سے کوئی اور دقیق وصف بھی ہے داڑھی مبارک کے بال بھی بتا دیئے صحابہ کرام [نے کہ کیسے تھے) گول آنکھیں تھیں بڑی اور آنکھ کے اندر جو کالا حصہ ہے وہ شدید کالا اور آنکھ کی سفیدی شدید سفید۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے سرمہ لگایا ہوا ہو حالانکہ سرمہ نہیں لگایا ہوا تھا، آنکھوں کے اوپر والی جو بھنویں ہیں وہ بہت گہری تھیں، بہت کالی تھیں

۔

کتنا پیارا وصف ہے۔ جس نے اس وصف کو دیکھا خواب میں تو اس نے واقعی نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے جس نے اس کے علاوہ دیکھا تو اس نے غلط دیکھا۔ اس لیے بہجۃ القلوب ایک کتاب ہے شیخ محمد زکریا صاحب نے لکھی ہے، اس میں سارے خواب جمع ہیں ان کے شاگرد نے لکھی ہے ان کی طرف منسوب ہے کوئی محمد اقبال صاحب ہیں ان کے شاگردوں میں ان کے کوئی محبین میں سے، وہ یہ لکھتے ہیں کہ ان کی اجازت سے یہ میں نے لکھا ہے۔ تو اس میں چالیس کے قریب کچھ ایسے خواب ہیں جو انہوں نے لکھے ہیں۔ اب محمد زکریا صاحب کے وہ الفاظ بیان کرتے ہیں کہ میں نے

دیکھا خواب میں نبی کریم ﷺ کو سفید داڑھی ہے، سر پر عمامہ ہے، عینک لگی ہوئی ہے اور مجھے یہ فرمارہے ہیں کہ فضائل حج جو کتاب ہے یہ بہت اچھی کتاب ہے۔اس طریقے کے کچھ الفاظ ہیں۔تو ہم یہ کہتے ہیں کہ دیکھیں، آپ نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہی نہیں۔پہلی بات تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی داڑھی مبارک پوری سفید کبھی تھی ہی نہیں پھر عینک لگانا تو پتہ نہیں یہ کہاں کی ایجاد ہے۔اس زمانے میں عینک تھی ؟ یہ حق بات ہے کہ عینک تو نہیں تھی اس زمانے میں، جب عینک تھی ہی نہیں تو یہ عینک والا شخص جس کو آپ نے دیکھا وہ نبی کریم ﷺ نہیں ہیں تو اس لیے صحابہ کرام [کا بھی یہ ہی راستہ تھا، تابعین بھی اور سلف الصالحین بھی، جب بھی کوئی بات کرتا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا اس سے پہلے کہ وہ خواب سنتے وہ یہ کہتے ”صفہ لی“ آپ ذرا حلیہ مبارک تو بیان کریں کہ صفت کیا ہے؟ اگر صفت وہی ہے تو ٹھیک ہے۔

کئی سال پہلے ایک عالم سے یہ سوال کیا گیا یہاں پر سعودی عورب میں، انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ میں گاڑی میں ہوں اور لوگ بہت پریشان ہیں، عجیب سا ماحول ہے جیسے قیامت ہو جاتی ہے۔ایک پک اپ ہے اور اس پک اپ میں ایک شخص ہے یعنی وہ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا نبی کریم ﷺ پک اپ میں ہیں اور لوگوں کو ہاتھ بڑھا رہے ہیں تو کچھ کے ہاتھ پکڑ کر وہ کھینچ لیتے ہیں وہ اوپر آجاتے ہیں اور کچھ لوگ بے چارے ادھر ہی ہیں۔تو ابھی خواب پورا نہیں کیا تھا انہوں نے تو انہوں نے کہا کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے کیسے دیکھا، صفت کیا ہے۔انہوں نے کہا کہ لمبا قد ہے، کالا رنگ ہے۔انہوں نے کہا کہ بس، آپ نے دیکھا ہی نہیں ہے۔ابھی انہوں نے بات پوری نہیں کی، لمبا قد تو تھا ہی نہیں اور نہ ہی رنگ کالا تھا۔قد درمیانہ تھا اور رنگ سفید تھا حمراء سفید اور سرخی۔

تو یہ حلیہ مبارک تھا نبی کریم ﷺ کا، کیوں کہ عقیدے سے اس بات کا تعلق ہے اس لیے میں نے تھوڑا سا وقت اس میں لیا معذرت کے ساتھ۔باقی جو پانچ چیزیں شیخ صاحب نے بیان کیں ان کو دیکھتے ہیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں ”الأصل الثالث“ تیسرا اصل۔”معرفة نبيكم محمد صلى الله عليه وسلم“ اپنے پیارے نبی محمد ﷺ کو جاننا۔”وهو محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم وهاشم من قريش، وقريش من العرب ، والعرب من ذرية إسماعيل، إبن إبراهيم الخليل، عليه وعلى نبينا افضل الصلاة والسلام“۔

"وھو" اور محمد ﷺ کون ہیں؟ نسب، اب نسب کی بات ہو رہی ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ نسب کو جاننا ضروری ہے۔

1۔ نسب، "وھو محمد" (وہ محمد ہیں) " بن عبد الله بن عبد المطلب بن ھاشم وھاشم من قریش" (اور ہاشم قریش میں سے ہیں) "وقریش من العرب" (اور قریش عرب کا ایک قبیلہ ہے) اور عرب جو ہیں وہ "والعرب من ذریة إسماعیل، إبن إبراھیم الخلیلπ " (اور عرب اسمٰعیل ابن ابراہیمo کی ذریت میں سے ہیں)۔ یہ بات شیخ صاحب نے اس لیے بیان کی ہے کہ عرب دو قسم کے تھے۔ عرب عاربہ اور عرب مستعربہ۔ وہ عرب جو بنیادی طور پر عرب تھے اصل میں عرب تھے اور مستعربہ وہ لوگ تھے جو عربی نہیں تھے عجم تھے لیکن عربی سیکھ سیکھ کر اتنا عربی پر عبور ہو گیا کہ وہ عرب مشہور ہو گئے۔ قصہ مشہور ہے جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیمπ کو حکم دیا کہ ہاجرہ] اور اسمٰعیلπ کو آپ مکہ کی وادی کی طرف لے جائیں اس صحرا میں جہاں پر کچھ نہیں تھا، پانی اور زندہ چیزیں نہیں تھیں تو وہاں پر لے کر جاتے ہیں اور جب واپس چلے جاتے ہیں تو کھجور کا ایک چھوٹا سا ٹوکرا تھا اور تھوڑا سا پانی تھا وہ رکھ کر چلے جاتے ہیں۔ کتنے دن رہتا وہ تو ختم ہو گیا۔ بڑا لمبا قصہ ہے تو جرہم کا قبیلہ جو عرب تھے، جرہم عربی قبیلہ تھا وہ یمن سے ہجرت کر جا رہے تھے شام کی طرف اپنا ملک چھوڑ چکے تھے وہ یمن چھوڑ چکے تھے اور کسی جگہ پر اپنی زندگی گزارنے کے لیے ہجرت کرنے کے لیے کہ ہم کسی اور جگہ کو اپناتے ہیں اور زندگی گزارتے ہیں۔ کہاں جائیں، بیچ میں صحرا ہے اور صحرا میں زندگی نہیں گزر سکتی تو جاتے ہیں، قریب ترین جو ان کو ملک لگتا تھا وہ شام تھا۔ دیکھیں آپ کہ شام کہاں اور یمن کہاں۔ جنوب سے شمال اتنا لمبا سفر کرنا تھا۔ تو وہ جب بھی سفر کرتے تو وہ مکہ کے قریب سے گزرتے راستہ یہ ہی تھا ان کا۔ تو دیکھا آسمان کی طرف ان کو کچھ پرندے نظر آئے اور پرندے نشانی ہیں زندگی کی کہ یہاں پر کہیں پانی موجود ہے۔ اپنے دو لوگوں کو بھیجا کہ دیکھو وہاں پر کہیں پانی تو نہیں ہے کیوں کہ یہاں پر عام طور پر پانی تو نہیں ہوتا تھا ہم تو ہمیشہ سفر کرتے ہیں تو یہاں پر پانی ہو گا۔ تو دو لوگ وہاں پر گئے دیکھا تو پانی تھا اور پوری قوم آ گئی، وہاں پر ہاجرہ] بیٹھی تھیں تو انہوں نے ان سے اجازت مانگی کہ ہم پانی استعمال کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے اس شرط پر اجازت دی کہ پانی کا حق میرا ہو گا اور آپ لوگ یہاں پر رہنا چاہیں تو رہ سکتے ہیں۔ تو وہاں پر انہوں نے شام جانے کی بجائے اب زندگی کا sourceوہاں پر مل گیا انہیں کنواں مل گیا پانی کا تو وہیں پر اپنے گھر کو تعمیر کیا اور وہیں پر اپنی زندگی گزاری اور اللہ تعالیٰ نے مکہ کو آباد کرنا تھا تو ایسے آباد کیا۔ جہاں پر پانی کی

ایک بوند نہیں تھی آج پانی ختم نہیں ہوتا، جہاں پر کھانے کو کچھ ملتا نہیں تھا تو آج فروٹ پوری دنیا کے، دنیا کے کسی حصے میں چلے جائیں گرمی کے فروٹ ہر جگہ نہیں ملتے آپ کو، گرمی کے گرمی اور سردی کے سردی لیکن یہ واحد ملک ہے دنیا کا جہاں پر چوبیس گھنٹے سردی گرمی کے سب فروٹ آپ کو ملتے ہیں۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے ایسے آباد کیا، مردہ زمین کو زندہ ایسے کیا اور جس نے بھی دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل کرنی ہے زندگی حاصل کرنی ہے تو اس کا source اسی مکہ سے ہے۔ توحید کی دعوت یہاں سے ابھری یہاں سے نکلی، توحید اور سنت کو جو لوگ اپناتے ہیں وہی لوگ صراط مستقیم پر چلے ہیں۔ بہرحال، یہ عرب جو تھے جرہم قبیلہ عرب تھے اور اُم ہاجرہ] اور اسمٰعیل π عجم تھے عربی نہیں تھے۔ تو اسمٰعیل π وہاں پر بڑے ہوئے شادی کی عرب قبیلے سے عربی عورت سے، بچے ہوئے تو کیوں کہ یہ دو تھے تو کب تک اپنی زبان بولتے تو ماحول سے انسان سیکھتا ہے تو ہاجرہ] وفات پا چکیں کیوں کہ اسمٰعیل π چھوٹے بچے تھے دودھ پیتے بچے تھے اور بچپن میں جو علم حاصل ہوتا ہے وہ ایسے ہے جیسے پتھر پر لکیر ہو، وہ مٹنے والا نہیں ہوتا۔ تو بڑی جلدی سے انہوں نے عربی سیکھی اور اپنی قوم کے بہترین سرداروں میں سے سردار ٹھہرے اور اس کے علاوہ سب سے بہترین عربی بولتے تھے۔ عرب کا جب جھگڑا ہوتا تھا ناں کسی عربی مسئلے میں تو اس کا فیصلہ کرتے اسمٰعیل π اور ان کی اولاد جو آئی اگر والد ایسے تھے تو اولاد کیسی تھی۔ تو جو عرب مستعربہ ہیں وہ عرب جو اصل میں عربی نہیں تھے عربی سیکھ کر عربی بنے وہ اسمٰعیل π کی اولاد میں سے ہیں اس لیے شیخ صاحب نے یہاں پر بیان کیا ہے "والعرب من ذرية إسماعيل، ابن إبراهيم الخليلo "۔ تو عرب عاربہ نہیں۔ اور عرب میں سے آپ جانتے ہیں کہ کتنے نبی عربی ہیں؟ محمد ﷺ، صالح π، شعیب π اور ہود π یہ چار عربی نبی ہیں۔ اسمٰعیل π بھی عربی نبی نہیں ہیں یہ عرب عاربہ ہیں اور عرب مستعربہ ہیں اور عرب عاربہ جو ہیں وہ قحطان قبیلے کے تھے آہستہ آہستہ وہ ختم ہو گئے کچھ ابھی بھی ذریت ان کی موجود ہے لیکن یہ عرب مستعربہ یہ جتنے بھی علاقے آج موجود ہیں مصر ہے، جزیرہ عرب ہے، یہ جتنے بھی علاقے ہیں، شام ہے، یہ گلف وغیرہ ہے سارا یہ عرب مستعربہ ہے عاربہ نہیں ہے۔ یمن میں کچھ قبیلے ہیں عرب عاربہ کے پرانے لیکن شام میں، جزیرہ عرب میں، مصر میں، مغرب میں جتنے بھی عرب ہیں یہ سارے یہ اسمٰعیل π کی ذریت میں سے ہیں یہ جو عربی بولتے ہیں، یہ عربی سیکھ کر بولے ہیں تو اس لیے شیخ صاحب نے یہاں پر فرمایا ہے "والعرب من ذرية إسماعيل، ابن إبراهيم الخليلo " اور ابراہیم اللہ

تعالیٰ کے خلیل ابو الانبیاءπ کا قصہ مشہور ہے علیه و علی نبیناπ ان پر اور ہمارے نبی ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی بہت ساری رحمتیں اور سلام ہو۔

یہاں پر تھوڑا سا وقفہ ہے۔ نسب کو کیوں جانیں ہم؟ ابھی یہاں تک شیخ صاحب نے نسب بیان کیا ہے، پورا نسب میں بیان نہیں کرنا چاہتا ساتھیوں سے گزارش ہے کہ اس نسب کو، نبی رحمت ﷺ کے اس نسب کو جو یہاں پر لکھا ہے کم سے کم یہ تو ہم سب کو آنا چاہیے، یہ حق ہے نبی کریم ﷺ کا ہم پر۔ پانچ چھ نام ہے لمبا نہیں ہے اتنا تو آنا چاہیے ناں اور یہ چھوٹے بچے جو پرائمری کلاس میں پڑھتے ہیں کے جی میں اور کلاس ون میں ان کو آپ پوچھیں ناں محمد بن عبد اللہ، بس اتنا بتائیں وہ آخر تک پڑھتے ہیں ماشاء اللہ یہاں تک ابراہیم الخلیلπ تک پہنچا دیتے ہیں اور ہماری اتنی بڑی بڑی داڑھیاں ہیں اور ہمیں

پتہ ہی نہیں ہے۔ تو یہ زیادہ نہیں ہے اس کا رٹا لگانا ہے آسان ہے مشکل نہیں ہے، دو لائنیں ہیں ابراہیم الخلیلπ تک ۔ یہ کتابچہ ہے چھوٹا سا چار لائنیں ہیں، بڑی کتاب میں دو لائنیں ہیں۔ تو نسب کو کیوں جانیں ہم؟

1۔ نبی کریم ﷺ کا نسب سب سے بہترین اور اونچا نسب ہے اور نسب جاننے سے انسان کی قدر کا علم ہوتا ہے کہ کتنی قدر والے ہیں۔

2۔ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی بھیجا اونچے نسب والوں میں سے بھیجا انبیاءo جتنے بھی ہیں ذو حسب ہیں، ذو نسب ہیں۔ کیوں، حکمت کیا ہے؟ واللہ اعلم۔ تاکہ کوئی شخص یہ نہ کہے کہ یہ شخص تھا تو نیچی ذات کا اس کا نسب تو تھا نہیں اس نے اپنے آپ کو اونچا کرنے کے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تاکہ یہ دروازہ بند ہو جائے پہلے سے ہی اور یہ کوئی کہہ نہ سکے کہ اس لیے نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے، یہ عذر تو پہلے ہی ختم کر دیا اللہ تعالیٰ نے اور اس کی دلیل صحیح بخاری میں مشہور قصہ ہے ہرقل کا اور ابو سفیان کا، حدیث نمبر 7 صحیح بخاری میں بہت پیاری حدیث ہے اس کو بھی پڑھ لینا آپ لوگ کہ ابو سفیان شام کی طرف جاتا ہے تجارت کے لیے اور نبی کریم ﷺ اپنے صحابی دحیہ کلبیτ کے ہاتھ خط بھیجتے ہیں ہرقل کی طرف۔ ہرقل دیکھتا ہے خط میں کہ اسلام قبول کر لو تو وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ محمد ہے کون۔ تو اس نے دیکھا کہ کوئی عرب آتے جاتے یہاں پر تجارت کے لیے تو کوئی ہے ان کا رشتے دار، کوئی عرب ہے تو لے کر آؤ۔ ابو سفیان تھا ساتھی اور بھی تھے چند ساتھی، ابو سفیان کو آگے کھڑا کر دیا اور ان ساتھیوں کو پیچھے کھڑا کر دیا اور ہرقل نے دس

پیدرہ سوال کیے تقریباً اور ہر قل نے یہ کہا کہ میں سوال کرتا ہوں اور تم نے جواب دینا ہے اور ساتھیوں سے پیچھے کہہ دیا کہ اگر یہ غلط بیانی کرے تو مجھے اشارہ کرنا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ تو ابو سفیان نے کہا کہ اب میں پھنس گیا اب میں جھوٹ تو بول نہیں سکتا اگر جھوٹ بولتا تو وہ پیچھے اشارہ کر دیتا، اب اگر میں سردار جھوٹ بول رہا ہو تو اس لیے ابو سفیان نے کہا میں مجبور تھا کہ میں سچ کہوں اور ان سوالوں میں سے ایک سوال یہ تھا جو پہلا سوال تھا کہ نسب کیا ہے نبی ﷺ کا۔ تو جواب کیا تھا؟ "فهو ذو حسب ونسب" ہمارے بیچ میں ان کا بہت اچھا نسب ہے اور ہر قل نے حدیث کے آخر میں یہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاءo بھیجے ہیں سب کا حسب اونچا تھا، سب کا نسب اونچا تھا تو محمد ﷺ بھی نبی ہیں۔

3۔ تیسرا فائدہ یہ ہے نسب جاننے کا۔ کوئی جانتا ہے؟ صوفیوں کا رد ہے اس میں نسب جاننے میں۔ کوئی جانتا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نور من نور الله ہیں اور نسب سے بشریت کا ثبوت ہے میرے بھائی۔ نسب کس کا ہوتا ہے، نور کا ہوتا ہے یا بشر کا ہوتا ہے؟ نسب تو بشر کا ہی ہوتا ہے ناں۔ جب آپ کہتے ہیں وهو محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم وهاشم من قريش، وقريش --- آخر تک۔ تو بشر ہیں جیسے آپ کا نام پوچھو، آپ کا نسب پوچھو تو آپ پورا بتائیں گے۔ کوئی شخص ہے ایسا بغیر نسب کے، کوئی انسان ہے ایسا دنیا میں؟ سب کا نام ہے اور سب کا نسب ہے الا آدم π کے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خود پیدا کیا۔ ان کی اولاد کا نسب ہے کہ نہیں؟ ان کی اولاد کی اولاد کا نسب ہے کہ نہیں؟ اگر بشر ہیں تو نسب ہے اگر بشر نہیں ہے تو نسب نہیں ہے۔ بات سمجھ آئی کہ نہیں؟ کیوں کہ اس سے بھی عقیدے کا تعلق ہے اس لیے یہاں پر میں نے اس کو بیان کیا ہے۔

"وله من العمر ثلاث وستون سنة" نبی کریم ﷺ کی عمر 63 سال تھی۔ اور عمر کیوں جانیں؟ عمر جاننے کا کیا فائدہ ہے؟

1۔ بشر ہیں، عمر بشر کی ہی ہوتی ہے۔

2۔ موت آئے گی۔

جس کی عمر ہم جان لیں کہ 63 سال ہے تو موت تو آہی گئی اور صوفی کہتے ہیں کہ زندہ ہیں ہمیشہ۔ تو یہ بھی دلیل ہے کہ جب آپ کہتے ہیں کہ عمر کتنی ہے؟ عمر 63 سال ہے۔ تو پھر جس کی عمر 63 سال ہے وہ زندہ کیسے ہے اب تک؟ اور

دنیاوی زندگی میں کیسے ہیں؟ عمر تو چودہ سو سال (1400) ہونی چاہیے کہ نہیں؟ تو 63 سال کیوں کہتے ہو؟ پھر جب پوچھا جائے کہ عمر کتنی ہے تو آپ کہو چودہ سو سال (1400) 63 سال نہ کہا کرو۔ جب 63 سال کا اقرار کرتے ہو تو پھر یہ بھی اقرار کرو کہ وفات پا چکے ہیں اور قبر میں زندہ ہیں برزخی زندگی میں دنیاوی زندگی میں نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ دنیاوی زندگی کی حد کیا ہے؟ پیدائش سے لے کر وفات تک۔ نبی کریم ﷺ کی پیدائش جیسے آگے بیان ہوگا سن 571 عیسوی میں ہوئی اور اگر آج تک بھی وہ زندہ ہیں دنیاوی زندگی سے تو ان کی عمر کتنی ہوئی؟ 1400 سال۔ تو پھر آپ 63 سال کیوں کہتے ہو؟ تو یہاں پر یہ بھی فائدہ ہے کہ اس لیے جب بھی آپ کو کوئی کہے ناں آپ ایک سوال پوچھو، عمر کتنی ہے نبی کریم ﷺ کی؟ جواب آتا ہے 63 سال، سب یہ ہی جواب دیں گے۔ تو پھر آپ لوگ یہ کیوں کہتے ہو کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں دنیاوی زندگی سے؟ آپ پر یہ لازم ہے کہ آپ یہ مانو کہ قبر میں زندہ ہیں برزخی زندگی سے جو دنیاوی زندگی سے ہٹ کر ہے۔ اور برزخی زندگی بھی الگ الگ ہے وہ آگے کہیں گے کہ بھئی شہداء بھی تو زندہ ہیں، عام بندہ بھی تو زندہ ہے۔ بھئی بدکار کافر کے لیے تو قبر جہنم کا گڑھا ہے کہ نہیں، وہ بھی تو زندہ ہیں۔ تو پھر یہ کیسی زندگی ہے سب برابر ہیں؟ ہم کہتے ہیں نہیں۔ برزخی زندگی کس نے آپ کو کہا ہے کہ برابر ہے؟ برزخی زندگی علم غیب میں ہے اور علم غیب اللہ تعالیٰ جانتا ہے، ہم یہ جانتے ہیں کہ سب سے بہترین زندگی برزخی جو ہے وہ نبی کریم ﷺ گزار رہے ہیں کوئی بھی ایسی زندگی نہیں گزار رہا، ہے برزخی زندگی اگرچہ وہ ہماری دنیاوی زندگی سے کئی گنا اچھی ہے لیکن وہ ہے برزخی زندگی، دنیاوی زندگی نہیں کیوں کہ دنیاوی زندگی الگ ہے۔ ماں کے پیٹ سے لے کر بچہ پیدا ہوتا ہے موت تک، یہ دنیاوی زندگی ہے۔ کسی بھی عاقل سے پوچھیں آپ کہ دنیاوی زندگی کون سی ہوتی ہے؟ تو وہ کہے گا پیدائش سے لے کر موت تک۔ پیدائش کا آپ اقرار کرتے ہیں اور موت کا آپ انکار کرتے ہیں تو پھر 63 سال کا کیوں اقرار کرتے ہیں؟

"منها" (ان 63 سالوں میں سے) "أربعون قبل النبوة" (چالیس بنوت سے پہلے) "وثلاث وعشرون نبياً ورسولاً" (اور 23 سال نبی اور رسول)۔ یہ سارے کا سارا دین، یہ ساری کی ساری توحید اور سنت کا نور جو آپ کو نظر آتا ہے پوری دنیا میں یہ 23 سال کی محنت کا ثمرہ ہے، فروٹ ہے، نتیجہ ہے، صرف 23 سال۔ کتنی برکت والی تھی وہ زندگی جس نے 23 سال میں پوری دنیا میں توحید اور سنت کی روشنی کو پھیلا دیا۔ لوگوں کی زندگیاں ساٹھ ساٹھ

سال ہوتی ہیں کیا کر کے جاتے ہیں اس دنیا میں؟ لیکن نبوت کی زندگی صرف 23 سال تھی اور ان 23 سال کا اثر صرف جزیرہ عرب میں تھا، مکہ میں صرف نہ تھا، مدینہ میں صرف نہ تھا، آج پوری دنیا میں پھیل گیا ہے۔ دنیا کو کوئی کونہ نہیں ہے جہاں پر کوئی شخص یہ نہ جانتا ہو کہ محمد ﷺ کون ہیں، جہاں پر کوئی شخص یہ نہ جانتا ہو کہ اسلام کیا ہے۔ آج کل تو ڈش کا دور ہے، نیٹ کا دور ہے آج تو گھر گھر میں گاؤں گاؤں میں اسلام کا نام پہنچ گیا ہے اور حجت ان پر بھی قائم ہو گئی ہے۔ جانتے ہیں آپ؟ جو اسلام کو نہیں جانتا تھا، جو کام ہم نہ کر سکے داعی لوگ نہ کر سکے آج نیٹ نے کر دکھایا۔ نیٹ تو اب گھر گھر میں ہے آپ جو بھی sites کھولنا چاہتے ہیں کھول لیں کلمہ پڑھتے ہیں لکھا ہوا ہے، یہ اسلام کی دعوت ہے وہاں تک اسلام پہنچ گیا ہے۔

"نبيء باقرأ" (نبی کیسے بنے نبی کریم ﷺ؟) ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾ (العلق/1) "وارسل بالمدثر" (اور رسول بنے پیغمبر بنے) ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ﴾ (المدثر/1-2) اچھا، دونوں میں کیا فرق ہے؟ اب یہاں پر نمایاں فرق ہے۔ اگلے درس میں ان شاء اللہ اسے پورا کریں گے۔